فسخ نکاح

(مفقود الخبر ، غائب غیر مفقود، عدم ادائے نفقہ)

مولانا محمد مستقیم ندوی
(استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

ہندوستان کے آئین میں ہر مسلمان کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے، دستور ہند کی مختلف دفعات میں اس کا باقاعدہ ذکر موجود ہے، نکاح وطلاق کے بہت سے ایسے مسائل ہیں، جن میں سرکاری عدالت کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہے، ایسے مسائل کے حل کے لئے امیر یا قاضی کا ہونا ضروری ہے، اس پس منظر میں پریشان حال مسلم خواتین کے مسائل کے حل کے لئے دارالقضاء کا قیام ناگزیر ہے، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ فیملی کورٹ میں مسلم خاندانوں کے عائلی مسائل زیرالتواء ہیں، سالہا سال تک کوئی حل نہیں نکلتا ہے، اس تناظر میں عورت کے سامنے بڑی آزمائش ہوتی ہے کہ شوہر اُسے چھوڑتا بھی نہیں ہے کہ دوسرا نکاح کرے اور نہ ہی اس کے حقوق ادا کرتا ہے بلکہ معلقہ بنا کر رکھتا ہے، ایسے حالات میں دارالقضاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ خواتین کو انصاف دلانے کی کوشش کرے اور ان کو باعزت زندگی گذارنے کا موقع فراہم کرے، عورتوں کو شوہروں کی طرف سے جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان میں سب سے اہم مفقود الخبر کا مسئلہ ہے، شوہر غائب ہوجاتا ہے اور بیوی کی خبر گیری نہیں کرتا ہے، آج کے مقالہ میں مفقود الخبر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا، اوران کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا۔

مفقود الخبر :ایسے لا پتہ شخص کو کہتے ہیں جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، لا پتہ شخص سے متعلق دو باتیں اہم ہیں:

اول: یہ کہ اس کے چھوڑے ہوئے مال کا کیا حکم ہوگا؟

دوسرا: یہ کہ لا پتہ شخص کا نکاح اس کی بیوی سے باقی رہے گا یا قاضی اس کی بیوی کا نکاح فسخ کرسکتا ہے؟

مفقود الخبر شخص کے چھوڑے ہوئے مال کا حکم یہ ہے کہ جب تک لا پتہ شخص کی موت کا یقینی علم نہ ہوجائے، اس وقت تک اس کا مال موقوف ومحفوظ رکھا جائے گا، دارالقضاء میں وارثین درخواست دیں تو اس کے بارے میں اچھی طرح تحقیق وتفتیش کے بعد شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی مفقود شخص کی موت کا حکم صادر کرے، اس کے بعد اس کا مال موجود ورثہ میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مفقود شخص کی بیوی کا کیا حکم ہوگا؟

لا پتہ شخص کی بیوی کو چاہئے کہ دارالقضاء میں فسخ نکاح کا دعوی دائر کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا اس کے بعد گواہوں سے اس کا لا پتہ ہونا ثابت کرے، اس کے بعد قاضی کی ذمہ داری ہوگی کہ خود بھی لا پتہ شخص کی تفتیش وتلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی لا پتہ شخص کا پتہ نہ چلے تو لا پتہ شخص کو اس کی مدت کے ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا، لا پتہ شخص کی بیوی کے لیے یہ چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت اتنی مدت صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے، لیکن یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت کے گناہ میں ملوث ہونے کا امکان ہو اور اس نے ایک عرصہ دراز تک لا پتہ شخص کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ چار سال

کی میعاد میں تخفیف کردی جائے، کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہوتو فقہاء کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کرنے کے بعد تفریق جائز ہے، یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اس صورت میں لا پتہ شخص کی بیوی کو بجائے عدتِ وفات کے عدتِ طلاق گذارنی ہوگی، چار سال تک انتظار کا حکم اس وقت ہے جب لا پتہ شخص ایسا مال چھوڑ کر غائب ہوگیا ہو، جس سے بیوی کا نفقہ ادا کیا جاسکے اور عورت اس کے حاصل کرنے پر قادر بھی ہو اور اگر لا پتہ شخص کوئی ایسی جائیداد چھوڑ کر نہ جائے جس سے عورت کے نفقہ کی تکمیل ہوسکے تو اب معاملہ کی نوعیت ہی بدل جائے گی اور معاملہ کی اساس شوہر کی مفقود الخبر ی ہی نہیں رہے گی، بلکہ اس کا نفقہ ادا نہ کرنا اصل بنیاد قرار پائے گا، اور عدم ادائے نفقہ کی وجہ سے جن شرطوں کے ساتھ نکاح فسخ کیا جاتا ہے انہیں کے مطابق یہاں بھی نکاح فوراً فسخ کردیا جائے گا، اگر دارالقضاء نے چار سال انتظار کے بعد مفقود شخص کی موت کا فیصلہ کردیا تھا، پھر عدت کے دوران یا عدت کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، مگر خلوت صحیحہ و یکجائی نہیں ہوئی اور اس سے پہلے مفقود شوہر لوٹ آئے تو بالاتفاق اس کی موت کا حکم اور نکاح ثانی باطل ہوجائے گا اور وہ عورت شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر دارالقضاء کے فیصلہ کے بعد مفقود شخص کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا تھا اور خلوت صحیحہ و یکجائی بھی ہوچکی تھی تو اس صورت میں امام مالک کے نزدیک دوسرے شوہر کی بیوی ہوگی پہلے شوہر کا کوئی حق اس پر نہیں ہوگا۔

غائب غیر مفقود شخص کا حکم

ایسا شوہر جو بالکل لا پتہ نہ ہو لیکن اس کا کوئی متعین پتہ بھی نہیں ہے، کبھی سنا جاتا ہے کہ وہاں ہے کبھی یہاں ہے، لیکن اپنی بیوی کے پاس نہ آتا ہے اور نہ اپنے پاس بلاتا ہے، نہ اس کے خرچ وغیرہ کا خیال رکھتا ہے، نہ بیوی کو طلاق دے کر آزاد کرتا ہے بلکہ معلقہ بنا کر ایسی تنگی اور پریشانی میں مبتلا کردیا ہے کہ اندیشہ ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا ہوجائے تو ایسے سنگ دل وظالم شوہروں کو اصطلاح میں غائب غیر مفقود کہا جاتا ہے، ایسے غائب شخص کی بیوی کو

حق ہے کہ اپنے شوہر سے رہائی حاصل کرنے کے لیے دارالقضاء میں درخواست دے، درخواست دیتے وقت ان امور کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

ا۔ بیوی گواہوں کے ذریعہ غائب غیر مفقود شوہر کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے۔

۲۔ یہ بھی ثابت کرے کہ وہ نفقہ دے کر نہیں گیا ہے۔

۳۔ اور یہ بھی کہ اس نے نفقہ معاف نہیں کیا ہے۔

نکاح اور وجوب نفقہ کے ثابت ہونے کے بعد قاضی اس غائب غیر مفقود شخص کے پاس حکم بھیجے گا کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلالو یا وہیں سے نفقہ کا انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دے کر نکاح سے آزاد کردو، اگر تم نے ان باتوں میں سے کسی بات کا خیال نہ رکھا تو ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے، اگر شوہر نے قاضی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیوی کو نفقہ کی ادائیگی شروع کردی تو ٹھیک ورنہ قاضی عورت کے مطالبہ تفریق پر نکاح فسخ کردے گا۔

غائب شوہر عدت کے اندر واپس آجائے:

اگر غائب غیر مفقود کی بیوی پر طلاق کا فیصلہ کردیا گیا، پھر شوہر عدت کے اندر واپس آجائے اور سب شکایات دور کرے، اور حقوق بجالانے پر آمادہ ہوجائے تو اس صورت میں اس کو دوران عدت رجعت کا حق ہوگا، اگر رجعت کرلیا تو وہ بدستور اس کی بیوی رہے گی۔

غائب شوہر عدت کے بعد واپس آیا

لیکن اگر غائب شوہر غیر مفقود عدت کے بعد واپس آیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ا۔ اول یہ کہ اس نے واپس آکر عورت کے دعویٰ کو غلط ثابت کردیا تو ایسی صورت میں عورت کا دعویٰ اور دارالقضاء کی کارروائی باطل قرار پائے گی، عورت بدستور شوہر اول کے نکاح میں سمجھی جائے گی۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ غائب شوہر عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت نہ

کر سکا تو اب عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق باقی نہ رہے گا۔

نفقہ

رشتہ ازدواج سے منسلک ہونے کے بعد مرد وعورت دونوں کی کچھ ذمہ داریاں ہیں اور ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں، ان میں اہم ترین حق بیوی کا نفقہ ہے، جو تین چیزوں کو شامل ہے: خوراک، پوشاک، اور مکان، قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی صراحت کی ہے ﴿وَعَلى الْمَوْلُودِ لَه رِزْقُهنّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوف﴾ [سورۃ البقرۃ:۲۳۳] (شوہر کے ذمہ بیویوں کا کھانا، کپڑا معروف طریقہ سے ہے)، ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ﴾ [سورۃ الطلاق:۷] (اہل وسعت کو چاہئے کہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں اور جن پر روزی تنگ ہو ان کو بھی چاہئے کہ اللہ کی عطا کے مطابق نفقہ دیں) ﴿اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم﴾ [سورۃ الطلاق:۶] (جہاں تم خود رہو وہیں ان کو بھی رکھو)، حدیث سے بھی ثابت ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا "ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (ابوداؤد، کتاب الحج، باب صفۃ حجۃ النبی، ص:۱۹۰۵) [تمہارے ذمہ بھلے طریقہ پر بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو اخراجات ومصارف کا ذمہ دار بنایا ہے بلکہ اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے، شادی سے پہلے باپ اس کا کفیل ہے شادی کے بعد شوہر، اس کے لئے کہ عورت اپنی خلقت وفطرت کے اعتبار سے اس کی متحمل نہیں ہے کہ وہ اپنے اخراجات خود انتظام کرے اور حالات بھی اس کے لیے سازگار نہیں۔

نفقہ میں شامل چیزیں

بیوی کے نفقہ میں صرف خوراک، پوشاک، اور رہائش کا انتظام نہیں بلکہ اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اچھی طرح رکھنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [سورۃ نساء، آیت: ۱۹]

[تم ان عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے زندگی گزارو]

معاشرت بالمعروف کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی تمام بنیادی ضروریات کا کفیل ہو، جو ہر زمانہ کے عرف اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی قطعی تحدید وتعیین نہیں کی جاسکتی، اس لئے قرآن وحدیث میں نفقہ کو کسی تحدید وتعیین کے بغیر مطلق ذکر کیا گیا ہے، لہذا اس میں عرف کا اعتبار ضروری ہے۔

پوشاک

نفقہ میں شامل چیزوں میں سے دوسری چیز بیوی کے کپڑے کا انتظام ہے، کھانے کی طرح کپڑے کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا مدار بھی عرف پر ہے، فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ علاقہ ومقام کا لحاظ کرتے ہوئے عرف وعادت کے موافق ایسا لباس فراہم کرنا واجب ہے جو عورت کے لیے کافی ہوجائے، یعنی اس کے ستر کے تقاضہ کو پورا کرسکے۔

فقہ حنفی کی مستند ومعتبر کتاب فتاوی عالمگیری کے الفاظ ہیں:

"والكسوة واجبة عليه بالمعروف بقدر ما يصلح لها عادةً" [فتاوىٰ هنديه، ج۱، ص:۵۵۵، الفصل الاول فی نفقة الزوجة]

[شوہر پر کپڑا واجب ہے بھلے طریقہ پر اتنی مقدار میں جو عادۃ اس کے موافق ہو]

اس بات پر ائمہ بھی متفق ہیں کہ جاڑے وگرمی کے موسم کے لحاظ سے کپڑا فراہم کرنا ضروری ہے یہ شوہر کی مالی حیثیت کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے۔

رہائش

بیوی کی رہائش کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہے، اس لئے قرآن نے مطلقہ کے "سکنیٰ" کو واجب قرار دیا ہے، ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ﴾ [سورۃ الطلاق:۶] [تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو

جہاں تم رہتے ہو] جب مطلقہ کے ''سکنیٰ'' کو واجب قرار دیا گیا تو جو نکاح میں ہو، اس کا ''سکنیٰ'' بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا، نیز عورتوں کے ساتھ معروف طریقہ سے زندگی بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور معروف میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی کی رہائش کے لئے مناسب مکان فراہم کرے، کھانے اور کپڑے کی طرح رہائش میں بھی عرف وعادت کی رعایت ہونی چاہئے، اور ایسا مکان دیا جائے جو عادتاً عورت کے لئے مناسب ہو کہ جس میں اس کی خواہش کے بغیر دوسروں کے ساتھ رہنے پر اس کو مجبور نہ ہونا پڑے، چنانچہ معتبر ومستند کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے:

''تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله و أهلها إلّا أن تختار ذلك''(جلد ۱، ص ۵۵۶، الفصل الثانی فی السکنیٰ)

[شوہر کے ذمہ عورت کے لئے ایسے گھر میں رہنے کا انتظام واجب ہے، جو دونوں کے افراد خاندان سے خالی ہو، الا یہ کہ عورت اس کو پسند کرے]

الغرض رہائش میں عورت کی رعایت ضروری ہے، البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ خود اس کا ذاتی مکان ہو بلکہ کرایہ یا عاریت کے مکان میں رکھنا بھی جائز ہے۔

سامان زینت

بیوی کی زینت وآرائش کا سامان بھی نفقہ میں شامل ہے، اس میں بھی عرف وعادت کی رعایت ضروری ہے۔

علاج ومعالجہ

نفقہ میں بیوی کے علاج ومعالجہ کی ذمہ داری بھی شوہر پر لازم ہے، لہٰذا اگر بیوی بیمار ہو تو شوہر اپنی استطاعت کے مطابق ضروری علاج ومعالجہ کرائے، پس جیسے نفقہ کی دوسری مدات میں شوہر کی استطاعت اور اوسط معیار کی رعایت کی جاتی ہے، اسی طرح علاج ومعالجہ بھی شوہر اپنی مالی صلاحیت کے مطابق اوسط معیار پر کرانے کا پابند ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر شوہر بالغ ہو اور بیوی ناشزہ اور نافرمان نہ ہو تو تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر نفقہ ادا نہ کرے تو کیا حکم ہوگا؟ آیا بیوی کو طلاق طلب کرنے اور فسخ نکاح کرانے کا حق ہوگا یا اس کو اس پریشانی سے بچانے کے لئے کوئی اور تدبیر کی جائے گی؟ نفقہ نہ ادا کرنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ شوہر نفقہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو مگر پھر بھی نفقہ نہ ادا کرے، فقہ کی اصطلاح میں اس عمل کو تعنت اور ایسے فرد کو متعنت کہا جاتا ہے۔

۲۔ شوہر نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

۳۔ شوہر موجود ہی نہ ہو بلکہ غائب ہو گیا ہو۔

شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا:

اگر شوہر نفقہ پر قدرت کے باوجود بیوی کا نفقہ ادا نہ کرتا ہو اور نہ عورت عزت و آبرو کی حفاظت کے ساتھ خود نفقہ کا انتظام کر سکتی ہو اور نہ دوسرا شخص اس کے نفقہ کا کفیل ہو یا دقت و پریشانی سے نفقہ کا انتظام تو ہوسکتا ہو، لیکن شوہر سے علحدہ رہنے میں ابتلاء و معصیت کا قوی اندیشہ ہو اور شوہر خلع یا طلاق پر بھی راضی نہ ہو تو ایسی سخت مجبوری کی حالت میں بیوی دارالقضاء میں درخواست دے کر فسخ نکاح کرا سکتی ہے، دارالقضاء کے قاضی کی ذمہ داری ہوگی کہ معاملہ کی پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو قاضی شوہر کو حکم کرے کہ بیوی کے حقوق کو ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، اس لئے کہ مقصود رفع ضرر اور ظلم کو ختم کرنا ہے اور ضرر جس طرح تنگ دستی میں ہے اسی طرح قدرت کے باوجود نفقہ نہ دینے میں زیادہ ضرر ہے، معذوری کی وجہ سے نفقہ نہ ملنے کے مقابلہ میں قدرت کے باوجود نفقہ نہ ملنا زیادہ تکلیف کا باعث ہے۔

شرائط تفریق

استطاعت کے بعد نفقہ نہ ادا ادا کرنے کو تعنت کہا جاتا ہے

۱۔ تعنت کی وجہ سے تفریق کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عورت خود تفریق کا مطالبہ کرے اس لئے کہ تفریق خود عورت کے لئے اپنے ذاتی حق کی وجہ سے ہے، لہٰذا اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق ہوگا، اگر عورت خود مطالبہ نہ کرے تو ولی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کے اختیار نہ ہوگا۔

۲۔ تعنت کی وجہ سے تفریق کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ حاکم کے حکم سے ہو۔

۳۔ شوہر کا تعنت ثابت ہونے کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) مرد خود اپنے مالدار ہونے کا دعویٰ کرے اور نفقہ نہ دے۔

(۲) شوہر نفقہ نہ دے اور مطالبہ کرنے پر کوئی جواب بھی نہ دے کہ تنگدستی کی وجہ سے نفقہ نہیں دے رہا ہے، یا قدرت کے باوجود دینا نہیں چاہتا ہے۔

(۳) نفقہ نہ دے اور مطالبہ کرنے پر نفقہ سے عجز کا دعویٰ کرے، اب اگر عجز کا دعویٰ کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے عجز کو ثابت کرے، اگر عجز و تنگدستی ثابت نہ کر سکے تو اس کو نفقہ دینے یا طلاق دینے کا حکم دیا جائے گا۔

۴۔ شرعی شہادت کے ذریعہ شوہر کا تعنت ثابت ہو جائے۔

طلاق کے فیصلہ کے بعد عدت کے اندر متعنت شوہر اپنی حرکت سے باز آجائے تو کیا ہوگا؟ اگر تعنت کی بنیاد پر دار القضاء نے طلاق کا فیصلہ کر دیا، پھر عدت کے اندر ہی وہ شوہر اپنی حرکت پر نادم ہو کر سرکشی سے باز آگیا اور حقوق ادا کرنے پر آمادہ ہو گیا تو راجح قول کے مطابق اُسے رجعت کا اختیار ہوگا، وہ تجدید نکاح کے بغیر اس بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے کا مجاز ہوگا تاہم تجدید نکاح کرلے تو بہتر ہے تاکہ دوسرے قول طلاق بائن واقع ہونے کی بھی رعایت ہو جائے۔

متعنت شوہر عدت کے بعد باز آیا

اگر تعنت کی بنا پر دار القضاء نے طلاق واقع کی پھر عدت گذرنے کے بعد متعنت شخص نے اپنی حرکت سے باز آنے کا عندیہ ظاہر کیا تو اب اس کا بیوی پر کوئی اختیار نہیں رہا، کیونکہ عدت گذرنے کے بعد بیوی بائنہ ہوگئی۔

شوہر کا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونا

اگر شوہر تنگدستی کی وجہ سے بیوی کے نفقہ کا انتظام کرنے سے عاجز ہو تو بیوی کو تفریق کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے بنیادی طور پر دو نقطۂ نظر ہیں:

پہلا نقطۂ نظر احناف کا ہے کہ عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا بلکہ عورت شوہر کے نام پر قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرے گی، علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

"و لا یفرق بینهما بعجزه عنها بانواعها الثلاثة"۔ (درمختار، جلد۵/۳۰)

ترجمہ شوہر کے نفقہ کی تینوں قسم، یعنی، کھانا، سکنیٰ اور لباس سے عاجز آجانے کی وجہ سے دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے، ﴿وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ (سورہ بقرہ:۳)

ترجمہ: اگر تنگ دست ہو تو کشائش ہونے تک مہلت دینی چاہئے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: کہ نفقہ دینے کی آخری انتہائی صورت یہ ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ دین ہو، لہٰذا اگر مفلس ہو جائے تو نفقہ اس کے ذمہ دَین ہوگا اور نص قرآن کی روشنی میں عورت کو حکم دیا جائے گا کہ وہ خوشحالی تک مرد کو مہلت دے اور انتظار کرے۔ (فتح القدیر، جلد۴/۳۵۱، کتاب الطلاق)

جمہور کا نقطۂ نظر

دوسرا نقطہ نظر جمہور ائمہ کا ہے کہ جب شوہر نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو عورت کو تفریق کا اختیار حاصل ہوگا۔ جمہور کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[سورۃ النساء:۱۹]

معاشرت بالمعروف کا کم تر اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شوہر اپنے ذمہ واجبی نفقہ ادا کرے اگر واجبی نفقہ سے عاجز ہو جائے اور اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو تفریق متعین ہو جائے گی تا کہ عورت کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو اس کے نفقہ کا انتظام کر سکے، اور اس کے ساتھ بھلے طریقہ سے پیش آئے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[سورۃ البقرۃ:۲۲۹] کا حکم دیا ہے اور ادائیگی نفقہ کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں امساک بالمعروف باقی نہیں رہا، لہٰذا تسریح بالاحسان یعنی بھلے طریقہ سے جدائیگی متعین ہوگئی، ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ﴾[الاحزاب:۵۰][ہمیں معلوم ہے ہم نے ان پر ان کی عورتوں کے حق میں مقرر کیا ہے اور شوہروں پر ان کی بیویوں کے حق میں] منجانب اللہ مقرر کردہ چیزوں میں کھانا، لباس اور رہائش بھی ہے، اگر وہ اپنے اوپر مقرر کردہ ذمہ داری سے عاجز آجائے تو ان چیزوں سے عاجز آنے کے باوجود جو عورتوں کی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں اور جن سے کبھی وہ مستغنی نہیں ہو سکتیں، ان کو مردوں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

حدیث ہے:''عن ابن عباس قال، قال: رسول الله ﷺ لاضرر ولا ضرار فی الاسلام''[ابن ماجہ، حدیث:۲۳۴۱][حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ] اگر شوہر بیوی کو نفقہ ہی نہ دے تو اس کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کیا ضرر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اس ضرر کو ختم کرنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

لہٰذا موجودہ حالات میں احناف کے نقطۂ نظر پر عمل کرنا دشوار ہے، کیونکہ نہ یہاں اسلامی حکومت ہے اور نہ اسلامی بیت المال ہے، ہندوستان جیسے ملک میں اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے بجائے جمہور فقہاء کے مسلک پر عمل کرنا آسان اور قابل عمل ہے، اسی پر دار القضاء کا عمل جاری وساری ہے۔